تعارف، تعمیر اور تاریخ

جامع مسجد سرینگر

ترتیب و تصنیف

شہید ملت میر واعظ کشمیر مولوی محمد فاروقؒ

شائع کردہ : انجمن اوقاف جامع مسجد سرینگر

جامع مسجد سرینگر میں فرزندان توحید بارگاہ ایزدی میں سربسجود

مہاجر ملت مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ جامع مسجد سرینگر کے احاطے میں ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے
شہداء کا نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے

تعارف، تعمیر اور تاریخ

مرکزی جامع مسجد سرینگر

ترتیب وتصنیف

شہید ملت میر واعظ کشمیر مولوی محمد فاروقؒ

شائع کردہ: انجمن اوقاف جامع مسجد سرینگر

نام کتاب: تعارف، تعمیر اور تاریخ
تاریخ مرکزی جامع مسجد سرینگر

ناشر : انجمن اوقاف جامع مسجد سرینگر کشمیر

سال اشاعت: ۲۰۱۳ء

قیمت : 10/-

کمپیوٹرازڈ: محمد یعقوب بٹ، درش کدل 9906654923

میر واعظ منزل سرینگر

پیش لفظ

جموں وکشمیر کی ریاست جہاں گوناگوں تہذیبی، تمدنی، مذہبی یگانت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی درخشاں روایات کی حامل رہی ہے وہیں اس ریاست کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہاں اسلام کے آفاقی مذہب کے آنے کے بعد بھی نہ کبھی فرقہ وارانہ یگانت متاثر ہوئی ہے اور نہ مختلف مسالک اور مذاہب کے ماننے والوں نے کبھی اس ریاست کو فرقہ واریت کی جنون آمیزیوں کی نذر کرنے کی کوئی کوشش کامیاب ہونے دی اور تاریخ کے ہر دور میں خصوصاً اسلام کی آمد کے بعد اس ریاست کے لوگ ایک طرف مختلف ادوار میں مختلف حکمرانوں کی چیرہ دستیوں، مظالم اور حاکمانہ جاہ وجلال کا نشانہ بنتے رہے وہیں عوام دوست صاحب اقتدار لوگوں کی کرم فرمائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا چونکہ قوم کشمیر کی غلامی کی تاریخ خاصی طویل ہے اور اس طویل دور غلامانہ کے دوران سرینگر کی تاریخی جامع مسجد اس قوم کی دینی، سیاسی، تبلیغی اور تحریکی سرگرمیوں کا مرکز بنتی رہی ہے اور اس مسجد کے منبر ومحراب سے ہمیشہ توحید ورسالت کے باطل شکن نعروں کے ساتھ ساتھ اس مظلوم قوم کے حقوق اور انصاف وآزادی کے حق میں بھی صدائے احتجاج بلند ہوتی رہی ہے اور کشمیر کے میرواعظین کشمیر میں اسلام کی آمد کے روز اول سے ہی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ قوم کشمیر کی جملہ سیاسی، مذہبی، سماجی اور معاشرتی حقوق کی تحریک کی آبیاری کرتے رہے اور یہی وجہ ہے کہ رشد وہدایت کا یہ مرکز وقتاً فوقتاً اغیار اور طاغوت کی قہرسامانیوں کا نشانہ بنتا رہا اور حتی کہ کئی بار خدائے قدوس کے اس گھر کو کفر والحاد کی خوگر طاقتوں نے نذر آتش کرنے کے مذموم اقدام اٹھائے لیکن ان انتہاپسندانہ اقدامات کے باوجود مسلمان اور مسجد کے دینی اور روحانی رشتے کو کوئی زک نہ پہنچی اور نہ جامع مسجد کے منبر ومحراب سے میرواعظین کشمیر سے صدائے حق بلند کرنے سے روکا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یہ مرکز اور کشمیری عوام کی ملی وروحانی وابستگی کی حامل مرکزی جامع مسجد کی دیکھ ریکھ، اسکے گردوپیش کو جاذب نظر بنانے اور فن تعمیر کے اس شاہکار کی انفرادیت نرالی شان اور عظمت کو بحال رکھنے کیلئے مختلف ادوار اور مختلف مواقع پر خاطر کام ہوتا رہا ہے تاہم شہید ملت جناب مولانا محمد فاروقؒ نے اس عظیم روحانی اور تاریخی مرکز کی عظمت رفتہ کی بحالی اور اردگرد کے پورے علاقے کو جاذب النظر اور جامع مسجد کو ہر لحاظ سے آراستہ کرنے کیلئے انجمن جامع اوقاف کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی انجمن نصرۃ الاسلام سکول سے جامع مسجد تک سڑکوں کی کشادگی اور ان دونوں اداروں کو ہر ممکن

سہولیات کے دائرے میں لانے کیلئے کئی منصوبوں کو بھی ہاتھ میں لیا۔

مگر شہید ملت کی شہادت کے بعد یہ منصوبے کچھ مدت کیلئے التوا میں پڑ گئے اور اس سانحہ عظیم کے بعد جہاں میر واعظین کشمیر اور اکابرین کے عظیم دینی، تبلیغی، تحریکی و سیاسی مشن کو آگے پہنچانے کی ذمہ داری مجھ ناچیز کے کمزور کندھوں پر آن پڑی وہیں تاریخی جامع مسجد کی دیکھ ریکھ اور انتظام و انصرام کا بار گراں بھی میری منصبی ذمہ داریوں میں اضافہ کر گیا۔ بحمد للہ اللہ کے بے پایاں فضل و کرم، دینی و ملی جذبے سے سرشار مسلمانان کشمیر کے اشتراک سے انجمن جامع اوقاف نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے کئی جامع اقدامات اٹھائے ہیں اور اس ضمن میں کئی قابل ذکر نوعیت کے کام لائق تحسین بھی ہیں۔ جامع مسجد کی تاریخی حیثیت اور مرکزیت کو بحال رکھنے کیلئے جہاں ہم ناموافق اور نامساعد حالات کے باوجود جامع مسجد کے منبر و محراب سے صدائے حق بلند کرنے کا فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور عظیم تعلیمات کو عام کرنے کا مشن آگے بڑھا رہے ہیں وہیں اس تاریخی عبادتگاہ کی تزئین آرائش کیلئے بھی کئی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ جامع مسجد میں نمازیوں کی سہولت کیلئے جدید صوتی آلات کی تنصیب اور جدید طرز پر بجلی فٹنگ کا کام ہاتھ میں لیا جارہا ہے۔ مسجد کے فرش کو جدید طرز کے فرش و فروش سے آراستہ کیا گیا ہے۔ نمازیوں کی سہولت کیلئے کئی اقدامات کے علاوہ اہم مواقع اور متبرک دینی مجالس جیسے شب ہائے قدر جمعتہ الوداع، یوم قدس، سیرت کانفرنسوں پر ہزاروں زائرین اور عقیدتمندوں کو ہر سہولت بہم رکھنے کیلئے انجمن اوقاف جامع مسجد ہمہ وقت سرگرم عمل رہتی ہے اور ہماری کوشش ہے کہ جامع مسجد کے اردگرد پورے علاقے کو ہر لحاظ سے زائرین کے علاوہ بیرون ممالک سے ہر سال کثیر تعداد میں جو سیاح اس تاریخی فن تعمیر کے حامل روحانی مرکز کو دیکھنے کیلئے آتے رہتے ہیں کو معلوماتی مواد بہم رکھیں۔

زیر نظر کتابچہ جو جامع کی انتہائی مختصر مگر معتبر اور مستند تاریخی مواد پر مشتمل ہے اور جس کو انجمن کے بانی شہید رہنما نے اپنے دور حیات میں انتہائی محنت اور تحقیق کے ساتھ مرتب کیا تھا اور کئی بار منظر عام پر آچکا ہے اب جدید اضافے اور خوبصورت کمپیوٹر طباعت کے ساتھ چھاپا جارہا ہے تا کہ عام لوگوں کے علاوہ آنے والی نسلیں اس تاریخی ورثے کی اہمیت اور افادیت سے واقف ہو سکیں۔

خادم ملت

محمد عمر فاروق

صدر انجمن اوقاف جامع مسجد سرینگر

عرضِ ناشر

وادی کشمیر جو اپنے قدرتی حسن، خوبصورتی اور دلکش مناظر کی وجہ سے زمین پر خطہ جنت کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ سرزمین ہمیشہ سے مختلف تہذیبوں و تمدن کا گہوارا رہی ہے۔ آٹھویں صدی ہجری میں جب یہ سرزمین اللہ کے دین سے منور ہوئی تو کشمیر میں مسلم حکمرانوں نے وادی کی تعمیر و ترقی کے میدان میں دیگر کارناموں کے علاوہ فن تعمیر کو بھی کمال درجہ تک پہنچایا۔ کشمیر میں اسلام کی آمد کی تاریخ جتنی پرانی ہے تقریباً سرینگر کی تاریخی جامع مسجد بھی اسی دور سے یہاں کے اسلامی، دعوتی، تبلیغی، سیاسی اور اصلاحی معاشرہ کی تحریکوں اور سرگرمیوں کا برابر مرکز چلی آرہی ہے اور یہ تاریخی جامع مسجد جہاں اس قوم کی روحانی اور مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے ایک نہایت منفرد حیثیت کی حامل رہی ہے وہیں اس قوم پر گذرے ہر حادثے، ظلم اور بربریت کی چشم دید گواہ ہے۔

اس روحانی مرکز کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ مسلمانان کشمیر کی جملہ سیاسی و مذہبی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک مستند پلیٹ فارم کے طور پر تاریخی اوراق میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے اور خاندان میرواعظین کے میرواعظ حضرات اسلام کی کشمیر آمد کے ابتدائی دور سے ہی اسکے منبر و محراب سے صدائے اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتے رہے ہیں اور مغلیہ دور کی اس وسیع و عریض تاریخی مسجد میں میرواعظ خاندان کے بزرگوں کی اقتدا میں صدیوں سے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانان کشمیر روزانہ پنج گانہ نماز ادا کرتے رہے ہیں اور اس عظیم تبلیغی مرکز میں ہزاروں

مسلمان ہر ہفتے جمعتہ المبارک کے مقدس موقعہ پر میر واعظ خاندان کے بزرگوں کے ایمان افروز اور جذبہ جہاد وحریت بیدار کرنے والی پر مغز تقاریر اور خطابات سننے کے علاوہ انکے روحانی فیوض سے بھی مستفید ہوتے رہے ہیں۔
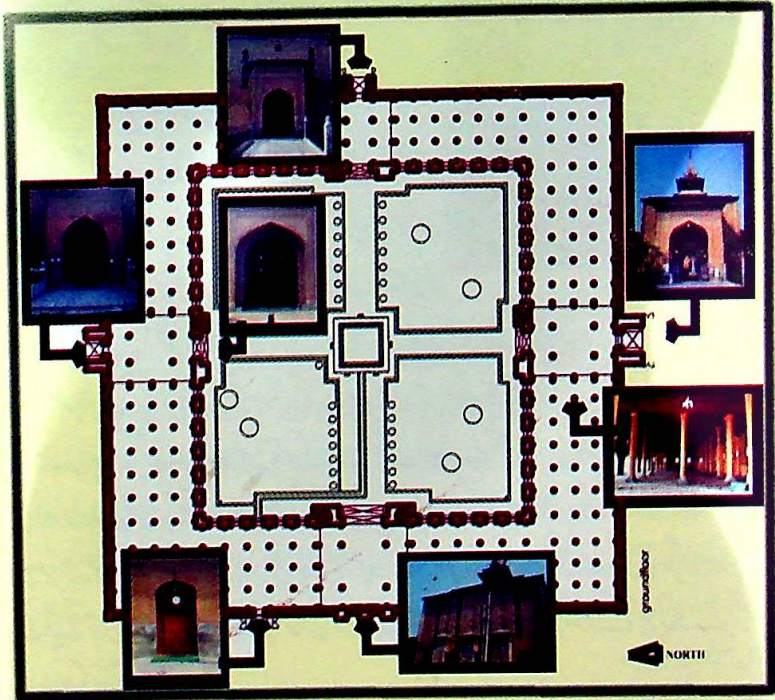
میر واعظ کشمیر کے منصب جلیل پر یکے بعد دیگرے میر واعظین وقتاً فوقتاً فائز ہوئے اور لوگوں کے دینی سیاسی اور معاشی حقوق کے حق میں آواز بلند کرتے رہے اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جامع مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی منصب وعظ وارشاد پر اس خاندان کے اکابرین یکے بعد دیگر ذمہ داری پوری کرتے رہے ان میں میر واعظ مولوی محمد صدیق اللہ (المتوفی ۱۱۵۵ھ) میر واعظ مولوی عبدالسلام (المتوفی ۱۲۱۵ھ)، میر واعظ مولوی رسول شاہ اول (المتوفی ۱۲۶۱ھ)، میر واعظ مولوی محمد یحییٰ (المتوفی ۱۳۰۸ھ)، میر واعظ علامہ رسول شاہ دوم بانی انجمن نصرۃ الاسلام،

سرینگر (المتوفی ۱۳۲۷ھ)، میر واعظ مولوی احمد اللہ (المتوفی ۱۳۴۵ھ)، میر واعظ مولوی عتیق اللہ (المتوفی ۱۳۸۱ھ)، مہاجر ملت میر واعظ علامہ محمد یوسف شاہؒ، مفسر قرآن (المتوفی ۱۳۸۹ھ) اور شہید ملت میر واعظ مولوی محمد فاروقؒ (شہادت ۱۴۱۱ھ) قابل ذکر ہیں۔ اور آج کل دین وسیاست کی

ذمہ داری کا عظیم فریضہ موجودہ میر واعظ کشمیر ڈاکٹر مولوی محمد عمر فاروق صاحب بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ میر واعظ کا معزز لقب اس خاندان میں افغانوں اور سکھوں کے ادوار سے مروج چلا آرہا ہے اور اسکا پس منظر اس خاندان کے مبلغوں کی موثر دینی، تبلیغ بیان کیا گیا ہے۔

تاریخی جامع مسجد جہاں ایک طرف ہر دور میں دینی، تبلیغی سرگرمیوں کے مرکز کی حیثیت سے یہاں کے عوام کیلئے ایک روحانی مرکز کی حیثیت حامل رہی ہے وہیں چونکہ میر واعظین کشمیر جو کہ اس مسجد کے منبر ومحراب سے وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی صدیوں کی غلامی کیخلاف بھی صدائے احتجاج بلند کرتے رہے ہیں لہٰذا نتیجتاً یہ مسجد اس عمل کے نتیجے میں

وقوع پذیر ہوئے واقعات و حادثات سے بھی محفوظ نہیں رہی اور ظلم و جبر اور لات و منات کے پجاریوں نے وقتاً فوقتاً اس روحانی مرکز کی بے حرمتی سے بھی گریز نہیں کیا۔

جب متحدہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں آنے والی تھی تو میر واعظ کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ کو کشمیری عوام کی امنگوں اور خواہشوں کی ترجمانی کی پاداش میں ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا تب جامع مسجد کے صد ہا سالہ منبر و محراب خاموش ہو گئے۔ اگرچہ اس خلا کو میر واعظ جناب عتیق اللہ شاہ صاحبؒ پورا کر سکتے تھے لیکن فطری نقاہت اور درویشانہ زندگی اس امر میں مانع رہی۔

تاریخی جامع مسجد کو اس لحاظ سے بھی ایک منفرد اور ہمہ جہت تاریخی حیثیت اور اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس روحانی مرکز میں جہاں ایک طرف میر واعظین کشمیر دینی، اصلاحی اور سیاسی میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور اس قوم کی فکری اور ذہنی نشو نما کا بھی فریضہ انجام دیتے آئے ہیں وہیں صدیوں کی غلامی میں جکڑی اس قوم کے سیاسی مستقبل کے تعین کے حوالے سے بھی اس مرکز کو خصوصیت اہمیت حاصل تھی اور میر واعظین نے ہمیشہ یہیں سے اس قوم کو غلامی کے دلدل سے نکالنے کیلئے جبر و قہر کی قوتوں کو للکارا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب ۱۹۳۱ء میں ڈوگرہ تانا شاہی نے سینٹرل جیل سرینگر کے باہر درجنوں نہتے کشمیریوں کو گولیوں سے بھون ڈالا اور تاریخ کشمیر میں ایک خونین باب کا اضافہ کیا تو ان تمام شہداء کے اجساد خاکی جامع مسجد سرینگر میں لائے گئے اور مہاجر ملت مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اور ان میں سے بعض شہداء کا مدفن جامع مسجد کے متصل مسلم پارک کے احاطے میں واقع ہے۔

کشمیر میں جب موئے مقدس کا سانحہ پیش آیا اور پوری کشمیری قوم سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آئی اور کشمیر کی گلی کوچے مظاہرین سے بھر گئے تو اس تحریک موئے مقدس آنحضرت ﷺ کو ایک ہمہ گیر عوامی تحریک میں تبدیل کرنے کیلئے جامع مسجد کے منبر و محراب کشمیری عوام کی آواز بن گئے اور شہید ملت مولانا محمد فاروق نے موئے مقدس ایکشن کمیٹی کی سربراہی قبول کر کے اپنی منصبی ذمہ داریوں اور کشمیری عوام کے جذبات اور امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے موئے مقدس کو بازیاب کرانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

دعوت اسلامی اور اتحاد بین المسلمین کے اہم مرکز کے بطور جامع مسجد سرینگر ہر دور میں مقامی اور بین الاقوامی دینی، ملی، سیاسی عبقری شخصیات اور مشائخ اسلام اور مستند دینی اداروں کے سربراہوں کی توجہ کا مرکز بنتی رہی ہے اور عالم اسلام کے جید علمائے کرام اور دینی شخصیات اور دینی رہنماؤں نے اس تاریخی روحانی مرکز میں حاضری کو باعث سعادت سمجھا۔ عالم اسلام کی سرکردہ سیاسی و دینی شخصیات میں جن میں بانی پاکستان، جناب محمد علی جناح صاحبؒ، ایران کے موجودہ روحانی رہنما جناب آیت اللہ سید علی خامنائی، سابق امام کعبہ جناب شیخ عبداللہ السبیل، شاہجہانی تاریخی جامع مسجد دہلی کے امام مولانا سید عبداللہ بخاری صاحب ہندوستان کے مشہور اور عالمی شہرت یافتہ علمی و تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ رہ چکے مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب، ندوۃ العلماء کے سابق سربراہ جناب مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق وائس چانسلر جناب مولانا قاری محمد طیب، مسلم پرسنل لاء بورڈ ہند کے سابق جنرل سیکریٹری مولانا سید منت اللہ شاہ رحمانیؒ، جناب قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، جناب صلاح الدین ایم پی، جناب سلیمان سیٹھ ایم پی، جناب مولانا سید ارشاد احمد مبلغ دارالعلوم دیوبند، جناب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی سابق صدر کل ہند مسلم مجلس مشاورت، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق سربراہ دینیات، جناب پروفیسر سعید احمد اکبرآبادی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

غرض عالمی سطح کے بلند علمائے کرام نے اس تاریخی مسجد کے منبر و محراب سے اپنے پر مغز اور ایمان افروز خطابات سے اہل ایمان کے دلوں کو علم و عرفان کے گوہر سے آشنا کیا۔

مسلمانان کشمیر کا یہ اہم دینی و روحانی مرکز یوں تو پورے سال پنجگانہ اور نماز جمعہ کے روح پرور اجتماعات کے موقعہ پر لوگوں کے جم غفیر سے رونق افروز ہوتا ہے مگر شب ہائے قدر جمعۃ الوداع اور یوم قدس کے روح پرور اور تاریخ ساز اجتماعات اور درود اذکار کے وجد آفرین ذکر سے دلوں میں ایک ایمان افروز سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اور ان اجتماعات میں میرواعظ کشمیر جہاں ان مواقع کی مناسبت سے تاریخ اسلام اور سیرت رسول کے دقیق گوشوں کو اجاگر کرتے رہے ہیں وہاں رواں سیاسی، سماجی اور ملی مسائل کے حوالے سے بھی اظہار خیال کا فریضہ انجام دیتے رہے

ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور کشمیر میں اسلام کی آمد کے روز اول سے آج تک جامع مسجد سرینگر آج بھی کشمیری عوام کی آرزوؤں، امنگوں، جذبات واحساسات کے مرکز کی حیثیت سے ایک نمایاں اور منفرد اور منبع کی حیثیت سے مرکز خلائق بنی ہوئی ہے۔

۱۹۹۰ء میں شہید ملت کی المناک شہادت کے بعد جناب میرواعظ مولوی محمد عمر فاروق کو کمسنی میں ہی میرواعظ کشمیر کے کلیدی اور اہم دینی منصب پر فائز ہونا پڑا تو اس وقت کشمیر میں کشمیری عوام کی بھارت کے قبضے کیخلاف جدوجہد مسلح تحریک کا بھرپور انداز اختیار کرچکی تھی اور کشمیر کے گلی کوچے انقلاب اور آزادی کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ کشمیری مسلمانوں کے مستند سیاسی اور مذہبی رہنما کی حیثیت سے جناب میرواعظ نے اپنے اسلاف کے عظیم مشن اور کشمیری عوام کی جائز مبنی برحق تحریک کی بھرپور ترجمانی کا فریضہ جامع مسجد کے منبر ومحراب سے ادا کرنا شروع کیا۔

۱۹۹۳ء میں تحریک مزاحمت کو ایک صحیح سمت اور جہت عطا کرنے کیلئے کشمیر کی مستند سیاسی اور مذہبی جماعتوں پر مشتمل اتحاد کل جماعتی حریت کانفرنس منصۂ شہود پر آگئی۔ اس تاریخی اتحاد کو معرض وجود میں لانے میں جناب میرواعظ نے کلیدی رول ادا کیا اور یوں تاریخ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرایا اور معتبر اور قدر اور سیاسی قائدین کی موجودگی میں اس فورم کی سربراہی جناب میرواعظ مولوی محمد عمر فاروق کو تفویض کی گئی اور جامع مسجد سرینگر کشمیری عوام کی تحریک مزاحمت کا مرکز بن گئی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس روحانی مرکز میں منعقد ہوئے ہر دینی اجتماع سے تحریک مزاحمت کو فعالیت اور توانائی حاصل ہوتی رہی۔ چونکہ جامع مسجد سرینگر تحریک مزاحمت کے مضبوط ترین محاذ کے طور پر مقامی اور بین الاقوامی سیاسی، سماجی شخصیات مقامی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز چکی تھی نتیجہ کے طور پر جہاں کشمیری عوام کو اپنی جائز جدوجہد کی پاداش میں سرکاری فورسز اور ایجنسیوں کی شدید عذاب وعتاب اور تشدد کا نشانہ بننا پڑا وہیں جامع مسجد سرینگر بھی اغیار اور طاغوت کی ریشہ دوانیوں کا شکار بنی۔ یہاں تک کہ بدنام زمانہ آپریشن جامع مسجد کا اندوہناک سانحہ بھی کشمیری عوام کے ساتھ ساتھ جامع مسجد کی تاریخ کا بھی خونین باب بن کر رہ گیا۔

اس سانحہ کے باوجود کشمیری عوام کی جذبہ مزاحمت نہ تو کمزور ہوئی نہ جامع مسجد کے منبر کشمیری عوام کی حق وصداقت کی آواز بلند کرنے سے گریزاں رہے اور یہاں کے عوام کی جدوجہد آزادی کی تاریخ

گواہ ہے کہ جب بھی ظلم وجبر کی قوتوں نے کشمیری عوام کے حوصلوں کو پست کرنا چاہا اور یہاں کی پرامن جدوجہد کو شدت پسندی کا لیبل چسپاں کر کے عالمی سطح پر اس تحریک کو دستیاب پذیرائی سے محروم کرنا چاہا تو جناب میرواعظ کشمیریوں کے مستند سیاسی اور مذہبی قائد کی حیثیت سے اس تحریک کے ناخدا بن کر سامنے آگئے اور کشمیری عوام کی بھرپور ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

۲۰۰۸ء اور ۲۰۱۰ء کے پرامن اور عظیم عوامی انقلاب کا مرکز بھی یہی جامع مسجد بنی اور یہیں سے اس قوم نے عالمی برادری کو یہ پیغام دیا کہ ہماری تحریک پرامن اور مبنی برحق ہے اور اسے دستبرداری کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

تاریخ کے ہر دور کی طرح جامع مسجد آج بھی جہاں ایک طرف کشمیری عوام کی دینی و روحانی عقیدت کا مرکز بنی ہوئی ہے وہیں اس روحانی مرکز کے منبر ومحراب سے جناب میرواعظ کشمیر حق و صداقت پر مبنی جدوجہد کے حق میں ایک موثر آواز کا کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنے پیشرو میرواعظین کی طرح اپنے مذہبی فرائض کے ساتھ ساتھ کشمیری عوام کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اقتصادی مسائل کے حوالے سے بھی ترجمانی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ کل جماعتی حریت کانفرنس کے چیرمین اور میرواعظ جیسے مستند مذہبی رہنما کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ انجمن اوقاف جامع کے صدر کے بطور اس تاریخی مرکز کے رکھ رکھاؤ اور تزئین آرائش کی ذمہ داریوں کو بھی بحسن خوبی ادا کر رہے ہیں۔

شکریہ

تعمیر اول

اسلام اور مسجد لازم وملزوم ہیں کشمیر میں اسلام نے ۷۲۵ھ میں قدم رکھا تو مبلغ اول شرف الدین، عبدالرحمٰن بلبل شاہؒ کی ہدایت پر اولین نومسلم بادشاہ ملک صدر الدین (رینچن شاہ) نے پہلی مسجد عالی کدل سے ذرا نیچے تعمیر کی جواب اویسی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے۔ ۸۰۰ھ کے اختتام تک یہی "مسجد جامع" اور تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ اسی اثناء میں وارد کشمیر ہونے والے حضرت میر سید علی ابن شہاب الہمدانیؒ (شاہ ہمدان) اور ان کے پیرواں سرینگر میں اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے لگے اور وعظ وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

۸۰۰ھ سے کچھ ہی قبل حضرت میر محمد ہمدانیؒ وارد کشمیر ہوکر اپنے والد کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہوئے۔ تب تک وادی کشمیر اور سرینگر میں اہل اسلام کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ مستقبل کی دینی ضرورتوں کی پیش نظر رکھ کر سلطان سکندرؒ نے حضرت سید میر محمد الہمدانیؒ کے ایماء پر موجودہ جامع مسجد کی تعمیر تخت گاہ کے سامنے کرائی۔ حضرت میرؒ کے رفقاء میں سے تعمیرات کے ماہر ایک ولی اللہ جناب سید صدرالدین خراسانیؒ کو معماران مسجد کا ہدایت کار و چیف آرکیٹکٹ مقرر کر دیا جنہوں نے نگرانی کے علاوہ اپنے مقدس ہاتھوں سے معماری کا کام بھی انجام دیا۔ اور آپ کی اتباع میں دیگر علمائے وقت عرفاء، متقین بھی مزدوروں کے دوش بدوش پتھر، اینٹ اور گارا اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لاتے رہے اور زبان سے دعائے ابراہیمیؑ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم کا ورد کرتے رہے۔ ان دعاؤں کی برکات اور قبولیت کے اثرات آج بھی جامع مسجد کی فضاؤں میں اہل دل کو محسوس ہو رہے ہیں۔

''جامع مسجد کشمیری'' سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔

جامع مسجد کی ساخت اور طرز تعمیر

جامع مسجد کی ساخت اور طرز تعمیر بالکل نرالی اور منفرد ہے پوری مسجد میں دیودار لکڑی کے بلند قامت ستون ہی ستون نظر آتے ہیں۔ دنیا کی مساجد میں سے کسی مسجد میں اس قدر
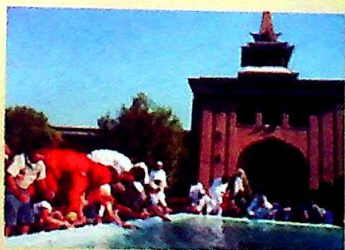
ستونوں کی تعداد اس وضع اور شان سے نہیں پائی جاتی ہے۔

مسجد شریف قبلہ کی جانب ۳۸۱ فٹ اور شمال اور جنوب کی جانب ۳۸۴ فٹ لمبی ہے۔ اندر سے چوڑائی ۳۷۰ فٹ x ۳۷۵ فٹ ہے جس میں ۲۵۴x۲۳۴ فٹ کا صحن بھی شامل ہے

۔صحن کے درمیان ۳۳x۳۴ فٹ تالاب وضو کے لئے بنا ہے۔اس طرح مسجد شریف کا کل رقبہ ۱۴۰،۰۰۰ مربع فٹ یعنی ۲۸ کنال بنتا ہے۔مسجد کی دیواریں چار چار فٹ سے زیادہ موٹی ہیں اور اینٹ کی بنی ہیں۔دیوار کے نیچے کا حصہ چوکور بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔مسجد میں داخل ہونے کے لئے شمال و جنوب اور مشرق میں تین بلند دروازے ہیں اور ان کے روبرو بلند مینار (برنگ) ''دیودار'' لکڑی کے بلند ستونوں پر کھڑے کئے گئے

ہیں۔مغرب کی جانب ایک شاہی دروازہ ہے ہر مینار کے نیچے آٹھ آٹھ ستون ہیں جو طول میں چھیاسٹھ چھیاسٹھ فٹ اور لپیٹ میں سات سات فٹ ہیں۔محراب کے اوپر بھی بلند مینار اسی قسم کا ہے۔دالانوں میں ۳۴۸ ستون ہیں جو چوالیس چوالیس فٹ لمبے اور پانچ پانچ فٹ لپیٹ کے ہیں۔ابتداء میں بام بوج پتھر اور مٹی سے ڈھکا ہوا تھا۔

مسجد شریف کی ساخت اس انداز سے بنائی گئی ہے کہ اس میں بیک وقت ۳۳۳۳۳ آدمی امام کے علاوہ مسجد میں سر بسجود ہو سکیں۔اور اس طرح ہر سجدہ اور رکوع میں سبحان ربی الاعلیٰ، اور سبحان ربی العظیم کا ایک لاکھ دفعہ ورد ہو۔مسجد شریف کا
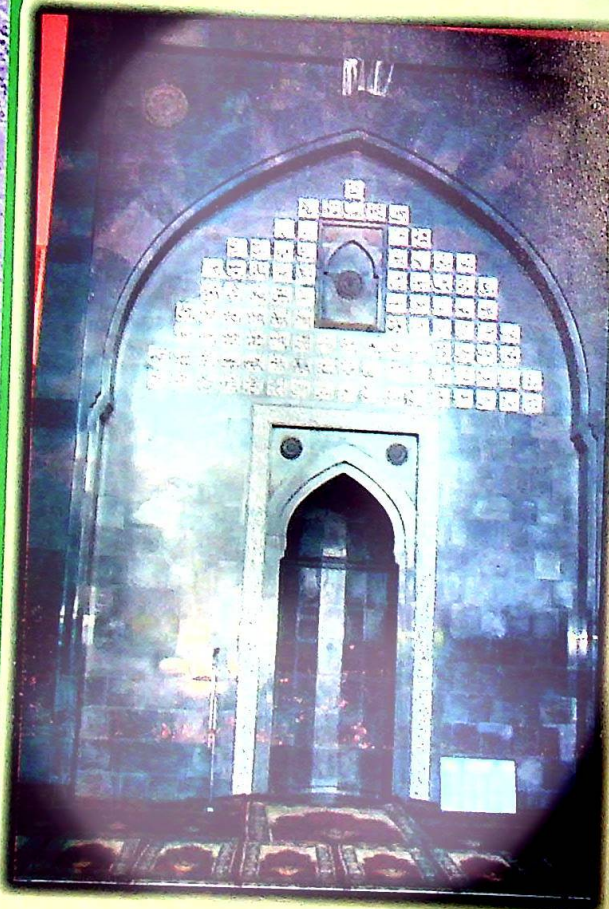
محراب سنگ سیاہ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس پر اللہ تعالٰی کے ننانوے صفاتی نام (اسمائے حسنٰی) ابھارے گئے ہیں۔ محراب کے گرداگرد "سورہ الجمعہ" بخط طغریٰ کندہ ہے۔

چھتوں میں جانے کے لئے چار میناروں کی دیواروں میں گول چکردار پختہ سیڑھیاں بھی ہیں جو میناروں کے خاص دیوان خانوں میں ختم ہوتی ہیں۔ ان بلند میناروں سے پورے شہر کا منظر نظر آتا ہے۔ بام لکڑی اور لوہے کی سلاخوں سے ہوڑس (قینچی) کا بنا ہوا ہے۔ ہوڑس کا حجم ساٹھ فٹ سے زیادہ ہے۔ بجائے بوج پتر کے اب بام کے اوپر ٹین کی چادریں ڈال دی گئی ہیں۔ مسجد شریف کا اندرونی صحن حوض کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کے چار قطعے بنا کر ان میں چنار کے درخت نصب کئے ہوئے ہیں جو حسن و جمال میں اضافہ کا باعث ہیں۔

عہد سلاطین

سلطان سکندر کے دوسرے فرزند سلطان زین العابدینؒ (بڈشاہ) نے اپنے دور میں ''جامع مسجد'' کی آبادی اور تزئین میں غیر معمولی دلچسپی لی اور اسے مسلمانان کشمیر کے لئے تبلیغ و ارشاد کا مرکز بنانے میں نمایاں رول ادا کیا۔ آپ نے مسجد کے شمالی جانب ایک اسلامی مدرسہ

قائم کیا جس میں اسلامی علوم، قرآن وحدیث، فقہ اور عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت اور شاستری بھاشا زبان کی تعلیم بھی جاری کی۔ قاضی میر محمد علی البخاریؒ اس کے ناظم تعلیم مقرر کیئے گئے اور مدرسہ کے اخراجات کے لے چند پرگنہ جات کی آمدنی وقف کی گئی۔ دار القضا کے علاوہ جو کہ قضا مسجد کے احاطہ میں موجود تھا۔ چار محکمے بحثیت دار الفتویٰ کے قائم کئے گئے اور اسی مقصد کے لئے چار مستند علماء کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ بڈشاہ کے وزیر ملک جلال الدین ٹھاکر کی اہلیہ بی لچھمہ خاتون نے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ گوجوارہ یعنی قضا مسجد کی آبادی کیلئے ''شاہ جوئی'' سے ایک نہر نکالی جو ''لچھہ کول'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

''لچھہ کوہل'' کا پانی خانقاہ گوجوارہ قضا مسجد کے علاوہ ''مسجد جامع'' کو شاداب

بنانے کا موجب بنا۔

بڈشاہؒ کے پوتے سلطان حسن شاہؒ ابن سلطان حیدر شاہؒ کے دور حکومت میں ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۵ء میں تباہ کن آتشزدگی کے واقعہ میں جامع مسجد بھی نذر آتش ہوگئی۔ سلطان نے تعمیر نو کا کام شروع کیا اور تین سال دو ماہ تک تعمیر جدید کا سلسلہ جاری رہا۔ جب سلطان وفات پا گئے تو عمارت ابھی نامکمل تھی آخر سلطان محمد شاہؒ کے دور حکومت میں ۸۹۲ھ مطابق ۱۴۸۷ء میں ملک ابراہیم ماگرے ساکن موضع ترہگام نے اپنی جاگیر کی آمدنی وقف کی تا کہ مسجد جامع کی چھت، بام اور در و دیوار کی کسی قدر اصلاح ممکن ہوسکے۔

چک خاندان کی عمل داری میں یعقوب خاں کے عہد میں قاضی میر موسیٰ شہید قاضی میر محمد علی بخاری بڈشاہی کے پڑپوتے) نے مسجد کی چھت کی مرمت کی اور قاضی سید حبیب اللہ خوارزمیؒ کو خطابت و امامت کے لئے منتخب کیا۔

دور مغلیہ

مغلوں کے دور حکومت میں ''جامع مسجد'' کی مرمت اور اسے خوبصورت بنانے کا کام برابر جاری رہا۔ وسط ایشیا سے فنکار اور کاریگر بلا کر اس کی تعمیر کرائی گئی۔

۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں جہاں گیر کے دور میں بھیانک آتش رونما ہوئی جس میں تقریباً بارہ ہزار مکانات جل گئے اور اس کی زد میں آ کر ''جامع مسجد'' بھی مکمل طور خاکستر ہوگئی۔ ابوالمظفر جہاں گیرؒ کے حکم کے مطابق جامع مسجد کے تعمیر نو کا کام شروع کیا گیا اور چاڈورہ کے رئیس ملک حیدر کی نگرانی میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ جدید تعمیر کا یہ کام تقریباً سترہ سال تک جاری رہا۔ امامت اور خطابت کے لئے ملا حیدر چرخیؒ مقرر کئے گئے۔ خطابات اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری کیا گیا۔ امام، موذن، خدام، فراش اور صفائی کے عملہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے جاگیرات مقرر کئے گئے ''لچھمہ کوہل'' کی نگرانی کا بہتر انتظام کیا گیا۔ مسجد کے صحن میں سنگین حوض کے سامنے شاہی عمارات بھی بنوائی گئیں۔ اس موقع پر ملا محمد مراد زریں قلم نے جنوبی دروازے پر حسب ذیل قطعہ تاریخ ایک پتھر پر بطور کتبہ کندہ کرا کے لگایا جس

میں اس تعمیر کا مع سابقہ تعمیرات حوالہ موجود ہے۔

قطعہ تاریخ

نخستین مسجد جامع زشہ اسکندر ثانی
عمارت یافت دانگہ سوخت از تقدیر سبحانی
دیگر بارہ حسن شہ آنکہ بداز نسل پاک او
بشد بانی ایں مسجد ہم از توفیق ربانی
ولیکن از دو جانب زستون آراست نے شفقش
زہ ابراہیم احمد ماگرے شد راست تادانی
زہجرت نہ صدو نہ بود تا دور محمد شہ
کہ ایں جنت سراشد زینت دین مسلمانی
بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سید
بروز عید روزہ سوختہ درنوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری
نہاد از نو بنایش باز روز عید قربانی
چوتاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی
نہاد از نو اساسش بازگاہ عید قربانی

نواب ظفر خاں احسن نے اپنے ایام نظامت میں نواب اعتقاد خان سابق ناظم کے ایجاد کردہ مظالم ومفاسد کی فہرست مرتب کی اور ابوالمظفر شاہ جہاں کے حضور میں پیش کر کے بعض بدعتوں کی تنبیہ وتردید کا فرمان نافذ کرایا۔ شاہی فرمان کی نقل عوام الناس کے لئے پتھر پر کندہ کرا کے جامع مسجد کے جنوبی دروازے پر نصب کرایا جو آج تک النقش علی الحجر کی طرح

شاہ جہاں کی رعایا نوازی کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت دیتا ہے۔ نقل فرمان شاہی جو فارسی زبان میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ اکبر

شاہ جہاں بادشاہ عادل غازی

چوں ہمگی ہمت والا ہمت مصروف و معطوف بر رفاہیت خلق است، بنابریں بعض امور کہ در خطہ کشمیر باعث آزار سکنہ ایں دیار می شد۔ حکم فرمودیم برطرف باشند از جملہ آں مقدمات یکے آنکہ وقت چیدن زعفران مردم را بہ عنف می بروند کہ زعفران بہ چنیند وقلیلے نمک بعلت اجورہٗ آں باآں مردم می کردند از یں جہت آں جماعت آزار بسیار میرسید۔ حکم فرمودیم کہ تکلیف چیدن زعفران اصلاً بکے نہ کنند۔ آنچہ تعلقاتی را شریفہ داشتہ باشد مزدوران را راضی ساختہ اجورہٗ آں واقعی بدہند وآنچہ تعلق بہ جاگیر دار داشتہ باشد۔ گل زعفران را بہ جنس حوالہ جاگیر دار نمایند۔ تا بر طریقہ خواہند بچینند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ در زمان بعضے از صاحب صوبہ ہائے کشمیر بر سر خروار شالی ودوام بعلت ہنیزم مے گرفتہ

اندو در عمل اعتقاد خاں چہار دام بایں علت بر سر خردار گرفتہ مے شد۔
چوں ازیں جہت آزار بسیار بر رعایا می رسید بنا براں حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را بطلب ایں وجہ معاف دارند و بعلت ہیرم ہیچ چیز نہ گیرند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ دہے کہ جمع آں زیادہ از چہار خردار بودہ باشد۔ ازاں دہ دو گوسفند حکام آنجا ر سالہ می گرفتند و اعتقاد خاں در ایام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفند بر سر ہر گوسفندے و شش دام می گرفتہ چوں ازیں جہت نیز بر رعایا آزار تمام میرسید۔ بالکلیہ حکم فرمودیم کہ برطرف باشد نہ گوسفند بگیرند نہ نقد بایں علت رعایا را اوگرند۔ ایں وجہ معاف دارند دیگر اعتقاد خاں دریا صاحب صوبگی خود سراسری نمودہ بر سر ہر بلا ضرادجان نہ بود برخواہ خورد سال ہفتاد و پیچ دام می گرفت و معمول قدیم آں کہ بر سر خورد سالے سی و شش دام می گرفتند حکم فرمودیم کہ دستور سابق معمول داشتہ بدعتیکہ اعتقاد خاں کردہ برطرف دارند۔ و بر مقتضائے آں عمل نہ کنند مقدمہ دیگر آن است کہ صاحب صوبہ در وقت میوہ در ہر باغ و باغیچہ کہ میوۂ خوبی گماں داشتہ اند۔ کسان خود را تعین مینمودہ اند کہ میوہ را بجہت آں ہاں محافظت می نمائند و منی گزاشتند کہ صاحبان آں باغہا و باغیچہ ہا آں میوہ را متصرف می شوند۔ ازیں جہت آزار بسیاریاں جماعہ می رسیدہ۔ چنانچہ بعضے ازاں مردم درختہائے میوہ دار دور ساختہ اند۔ حکم فرمودیم کہ ہیچ صاحب صوبہ قرق میوہ و باغ و باغیچہ کسے نہ کندے باید کہ حکام کرام دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبہ کشمیر ایں حکام کرام جہاں مطاع را رہبر ابدی دانند۔ تغیر و تبدیل بقواعد ایں رانہ ہند کسے کہ تغیر و تبدیل می دہدہ لعنت خدا و غضب بادشاہی گرفتار خواد شد۔ فقط

۱۸۰۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء میں اورنگ زیب عالم گیرؒ کے عہد اقتدار میں کاوڑورہ کی خوف ناک آگ میں جامع مسجد تیسری بار نذر آتش ہوگئی اور ناظم کشمیر نواب افتخار خاں اور صدر دیوان ملا محمد طاہر کو حکم ہوا کہ سرکاری خرچ پر مسجد کی تعمیر کا کام مکمل کیا جائے چنانچہ حکومت کی سرپرستی میں نئی منصوبہ بندی کے تحت مسجد کی تعمیر نو کا کام تین سال میں تکمیل پذیر ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ پختگی اور عمدگی سے تعمیر کی گئی اور پانچ ہزار دینار کی قیمت کی چاندی کا کلس اس

کے میناروں پر لگوائے۔ علاوہ اس کے اردگرد کے مکانات اور زمینات خرید لئے گئے اور مسجد کے گرد و نواح چاروں طرف سے کھلی زمین چھوڑ دی گئی تاکہ مسجد کی عمارت کو بیرونی حادثات اور آتشزدگی سے محفوظ رکھا جائے۔ سلطان خانہ کے اوپر سے مینارۂ موذن تھا جس پر چڑھ کر موذن جمعہ کی اذان دیا کرتا تھا۔

افغانیوں کا دور

۱۱۹۷ھ افغانیوں کے عہد اقتدار میں وقفیہ دکانوں کی آمدنی سے مسجد کی چھت اور دیواروں کی مرمت سردار کریم داؤد خان ناظم کشمیر نے کرائی۔ اس کے علاوہ جامع مسجد کے ضروری مصارف اور اخراجات کے لئے عطیہ مقرر ہوا اور وہ ایک خاص مدت تک جاری رہا۔

سکھ دور

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں کشمیری مسلمانوں پر آزمائشوں کا ایک بہت بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور جب ناظم کشمیر دیوان موتی رام نے ۱۲۳۵ھ میں جامع مسجد کے دروازے بند کرا کے تالے ڈلوادئے اور اذان و نماز خلاف قانون قرار دیدی گئی۔ جاگیروں، زمینوں اور وظیفوں کی شکل میں تمام عطیات ضبط کر لئے گئے لیکن جب ۱۲۵۲ھ میں شیخ غلام محی الدین ناظم کشمیر بنا تو مہاراجہ شیر سنگھ کے حکم سے برسوں کے بعد ۱۲۵۸ھ میں مسجد کھول دی گئی۔ اور تیس سال کے بعد باقاعدہ نماز جمعہ ادا کی جانے لگی۔ ناظم موصوف نے تین لاکھ روپیہ کی خطیر رقم صرف کر کے مسجد کی شکستہ اور بوسیدہ حالت کو درست کیا اور "قدیم باؤلی" اور لچھمہ کوہل کی بھی مرمت کرائی اور آخون ملا بہاء الدین چرخیؒ خطابت و امامت کے منصب پر فائز کئے گئے۔

ڈوگرہ دور

ڈوگرہ عملداری میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ۱۲۶۰ھ سے ۱۲۷۱ھ تک مسجد محتاج مرمت ہوئی۔ مگر اہل اسلام کو دستگاہ نہ تھی کہ اس کی مرمت کر سکیں صرف ہفتہ وار نماز جمعہ پر اس کے دروازے کھول کر مختصر سی جماعت اس میں نماز جمعہ ادا کرتی تھی۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں سرینگر کے با رسوخ آدمیوں نے جن میں خواجہ رحیم شاہ بانڈے ساکنہ حضرت بل، خواجہ عظیم الدین درابو رئیس بیروہ، خواجہ غفور شاہ نقشبندی میر حسن شاہ قادری عالی کدل، میاں لعل دین، خواجہ غلام محی الدین گندرو وغیرہ اصحاب شامل تھے زر چندہ جمع کر کے مسجد کی مرمت کی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھی چھ ہزار روپے کی رقم دی۔ اس دوران باہمی تفرقہ بازی اور شیعہ سنی فسادات نے تشویشناک صورت اختیار کی اور مسجد کسمپرسی کی حالت میں پڑ گئی۔

شروع سے ہی بروز جمعہ جامع مسجد کے اردگرد نوہٹہ ہا کا بازار تک ایک تجارتی منڈی لگا کرتی تھی اور دکانوں کی قطاریں لگا کرتی تھیں۔ وزیر پنوں نے دریائے جہلم کے کنارے

مہاراج گنج بازار کے نام سے جب ایک منڈی تعمیر کردی تو اس منڈی سے نوہٹہ کے بازار کی منڈی پر برا اثر پڑا۔ ۱۲۹۸ مطابق ۱۸۸۱ء میں مسجد کی مرمت ہوئی۔ میاں لعل دین اور امیر حسین شاہ قادری وغیرہ حضرات کے ذریعہ کام ہوا۔ کوہل کا پانی مسجد کے اندر پہنچایا گیا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے نو ہزار روپے سے مدد کی۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء سے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء تک حکومت کی۔ متبرک مذہبی اور تاریخی مقامات کا خاص خیال رکھا تھا۔ اس کی حکومت کا پہلا سال تھا۔ نواب عبدالغنی آف ڈھاکہ نے جامع مسجد کی مرمت کیلئے پانچ ہزار روپے کی رقم بھیجی جس سے اس کی شکستہ حالت کسی قدر درست کی گئی۔ ریاست کی کونسل عالیہ میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کا چارج سردار محمد حیات خاں کو ملا۔ اس نے مسجد کی مرمت کا بیڑا اٹھایا۔ مہاراجہ نے بھی عطیہ دیا۔ نواب احسن اللہ خاں آف ڈھاکہ نے پانچ ہزار کا عطیہ دیا۔ شہر اور پرگنہ جات اور دیہات
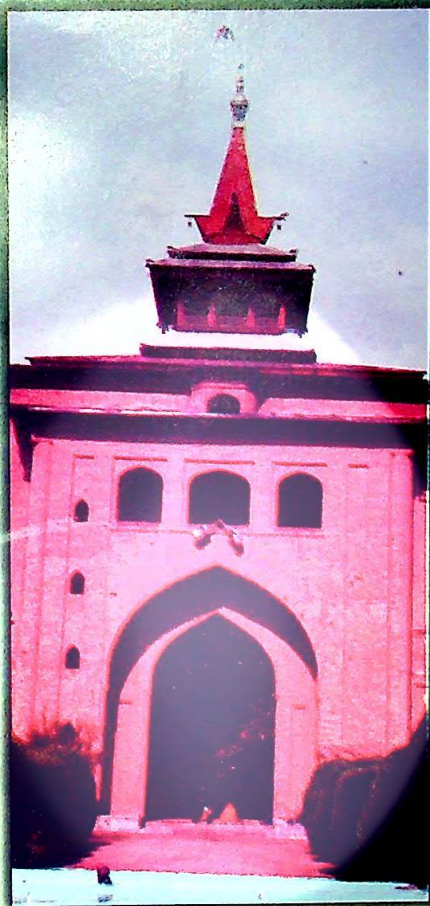
میں کافی رقم جمع کی گئی۔ باضابطہ کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیٹی کے ارکان یہ تھے میر حسن شاہ قادری خانیارؒ، خواجہ حسن شاہ نقشبندیؒ، خواجہ حبیب اللہ شاہ نقشبندیؒ، خواجہ غلام شاہ نقشبندیؒ، میر قاسم قادریؒ، مولوی عزیز الدین مفتیؒ، میر واعظ کشمیر مولوی رسول شاہ صاحبؒ اور دیگر حضرات۔ کام مسٹر حیدر رسول چیف انجینئر کو پانچ فیصد الاؤنس پر سپرد ہوا۔ سردار محمد حیات خاں دربار کشمیر سے مستعفی ہوا۔ مسجد کی مرمت نامکمل رہی اور کمیٹی بھی معدوم ہوگئی۔ اہل اسلام غربت اور تفرقہ بازی کے مصائب میں مبتلا چلے آرہے تھے۔ ان حالات میں مسجد کی خبر گیری ممکن نہ تھی۔ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء سے ۱۳۲۵ مطابق ۱۹۰۷ھ تک سر آغا خاں نے کچھ رقم دی اور میر واعظ مولوی رسول شاہؒ اور خواجہ عبدالصمد ککروؒ نے مسجد کی تھوڑی سی مرمت کرائی مگر اتنی بڑی عمارت کی مناسب تعمیر کے لئے رقومات کی ضرورت تھی جو میسر نہ تھی۔ اس لئے حالت ابتر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ عمارت کا کثیر حصہ کھنڈر میں تبدیل ہوا۔ چھتیں گر گئیں۔ دیواریں سربسجود ہوگئیں اور سارا احاطہ بوسیدہ ہوگیا۔ اس نازک وقت پر لکھنو کے شیخ محمد مقبول حسین قدوائی ریاست کے مشیر مال اور گجرات کے چودھری خوشی محمد
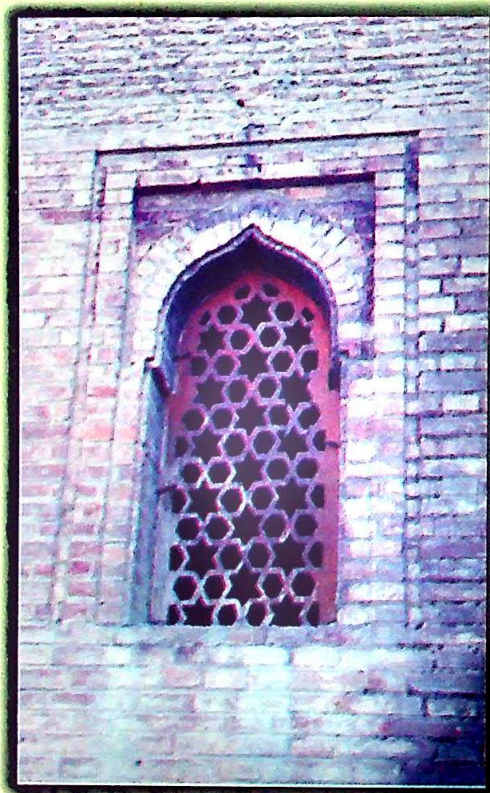
صاحب گورنر بنے۔ مسجد کی مرمت کی تحریک شروع ہوئی۔ تحریک کا مستحسن پہلو یہ تھا کہ تمام سنی باشندگان کشمیر کو تعمیر میں حسب حیثیت چندہ دینے کا شریک کار بنایا گیا۔ باشندگان شہر سے چندہ وصول کیا گیا اور زمینداروں سے نصف آنہ فی روپیہ اپنی مال گذاری پر بذریعہ محکمہ مال داخل سرکاری خزانہ کیا۔

دوسرا مستحسن قدم یہ تھا کہ مستقل انتظامات اور نگرانی لئے دو کمیٹیاں مقرر ہوئیں۔ ایک جنرل کمیٹی اور دوسری انتظامیہ کمیٹی۔ جلسہ عام میں جنرل کمیٹی میں چالیس ممبران منتخب کئے گئے جن میں مقتدر علماء، واعظ، مفتی ارکان حکومت، جاگیردار اور بارسوخ روساء شامل تھے۔ انتظامیہ کمیٹی کے ارکان کا انتخاب جنرل کمیٹی نے کیا۔ وہ یہ تھے۔ شیخ مقبول حسینؒ مشیر مال پبلک ورکس ممبر، چودھری خوشی محمدؒ گورنر، خواجہ عبدالصمد ککروؒ، خواجہ حسن شاہ نقشبندیؒ میر واعظ کشمیر مولوی احمداللہ صاحبؒ، میر حسین شاہ قادریؒ، خواجہ عبدالعزیز کاوسہؒ وغیرہ۔

ہر ایک ضلع کے لئے سب کمیٹی مقرر کر کے ضلع وار چندہ وصول کیا گیا۔ زرلگان سنی

زمینداران سے مالیہ سرکاری کے حساب سے فی روپیہ آدھا آنہ دینے کے سرکاری احکامات نافذ کئے گئے۔ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء سے ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء تک سالانہ اکسٹھ ہزار روپیہ وصول ہوتا رہا۔ پھر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء سے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء تک تراسی ہزار روپیہ سالانہ وصول ہوتا رہا۔ بیگم بھوپال سلطان جہاں آرا بیگم نے شیخ محمد مقبول حسین کی درخواست پر اپنی ریاست کا انجینئر خاں بہادر سید جعفر حسین کو مامور کیا۔ تعمیرات کا کام مسٹر تھیڈ ایوری کو ٹھیکہ دار کو تفویض کیا گیا۔ اس کو پہلے دس فیصد اور بعد میں بارہ فیصد کمیشن ملا۔ مسجد کے اردگرد سولہ مکانات اٹھائے گئے تاکہ گردونواح میں بقدر پچاس فٹ کھلی زمین کا رقبہ شامل رہے۔ مسجد میں پچاس فٹ کی بجائے سو فٹ اور بعض جگہ اس سے بھی زائد زمین کا احاطہ مزید مکانات خرید کر کے گردونواح کے اطراف کو مزید وسعت دی گئی۔ وادی کشمیر کے مسلمان حنفی المسلک زمینداروں نے ساڑھے بارہ لاکھ روپے دیدے جو جدید تعمیر پر صرف ہوئے۔

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں جب لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند کشمیر آئے تو مسلم باشندگان سرینگر کے ایک وفد نے حکومت کشمیر کے مظالم کے خلاف ایک عریضہ وائسرائے کو پیش کیا۔ عریضہ کی تحقیقات دربار کشمیر کو سپرد ہوئی۔ وفد میں جامع مسجد کی منتظمیہ کمیٹی کے کچھ رکن شامل تھے۔ دربار کشمیر نے ان پر عتاب لاکر جامع مسجد کی ممبری سے حکماً الگ کر دیا۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی وفات کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے ڈھائی سال کے محدود عرصہ کیلئے از سر نو فی روپیہ دو پیسے کی وصولی کا حکم نافذ کیا جس سے جامع مسجد کے بیرونی احاطے کے اردگرد سنگین دیوار تیس ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر ہوئی۔ جنوب و مغرب کی حدود میں دو غسل خانے پندرہ ہزار کی رقم صرف کر کے تعمیر کئے گئے۔

اس طرح ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ صرف کر کے مسجد اور اس کے ملحقات کی تعمیر ختم ہوئی۔ اور پچپن ہزار کی رقم موجود رہی۔ اس کے متعلق منتظمہ کمیٹی میں قرار پایا کہ اس رقم سے موزوں جگہ پر زمین کے رقبہ جات یا دوکانیں خرید کر مستقل آمدنی کے ذرائع مہیا کئے جائیں۔

مختلف ادوار میں ''مسجد شریف'' کی تعمیر و تجدید ذیل کے نقشے سے باآسانی سمجھ میں

آتی ہے۔

[illegible]	نی تعمیر کندہ	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
[illegible]	ن سکندر کشمیری شاہ میری	۷۹۶ھ	۱۳۹۴ء
[illegible]	ن حسن شاہؒ	۸۸۵ھ	۱۴۸۰ء
[illegible]	[illegible] شاہ ابوالمظفر	۱۰۲۹ھ	۱۶۲۰ء
[illegible]	[illegible] زیب عالمگیر شاہ	۱۰۸۳ھ	۱۶۷۲ء
۵	مسلم باشندگان کشمیر بعہد مہاراجہ پرتاپ سنگھ	۱۳۴۴	۱۹۲۵ء

۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں جب مرحوم شیخ محمد عبداللہ ریاست کے وزیر اعظم بنے تو انہوں نے انتظامیہ کمیٹی کو از سر نو تشکیل دیا۔ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ میں خزانہ میں کوئی ۳۱ ہزار روپے کی رقم موجود تھی۔ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ھ میں جب مرحوم بخشی غلام محمد وزیر اعظم بنے تو انہوں نے ایک کشمیری مہاجر کی وقف کردہ جائیداد کی آمدنی سے چھت کی ٹین پوشی کرائی۔ اس پر کوئی اکیاسی ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔ ادارہ اوقاف اسلامیہ اس کا انتظام ۱۹۷۰ء تک چلاتا رہا۔ اور اس دوران ادارہ کی عدم توجہی کی وجہ سے مسجد کی حالت میں کوئی بہتری نہیں ہوسکی اور ادارہ بھی اس کے لئے کوئی پیسہ نہیں خرچ کرسکا۔ اس لئے کہ مسجد کی کوئی آمدنی نہیں تھی۔

انجمن اوقاف جامع مسجد کا قیام

یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو جامع مسجد کی خراب حالت میں بہتری لانے کی غرض سے ایک علیحدہ تنظیم یعنی انجمن اوقف جامع مسجد کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی سربراہی کا کام مجھے تفویض کیا گیا۔

۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ سے لے کر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء تک یعنی سترہ سال کے عرصے میں کل آمدنی ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اور کل اخراجات ایک لاکھ نوے ہزار روپے کئے
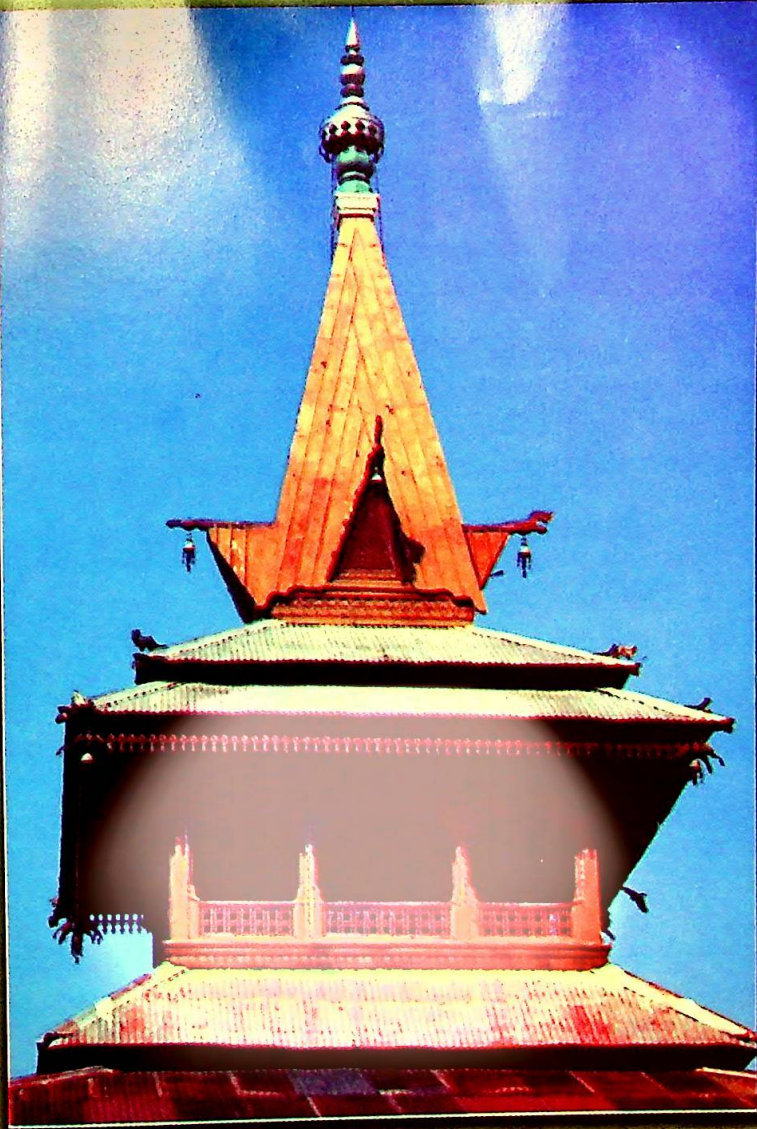
گئے ہیں اور ڈوگرہ عہد کے خاتمہ پر جو روپیہ موجود تھا وہ بھی خرچ ہوا۔ اور مسلم اوقاف ٹرسٹ نے مسجد شریف کے نام کوئی سرسٹھ ہزار روپے قرض واجب الاداد کھایا جس کی ادائیگی کیلئے وزیر

باغ کا مکان اوقاف ٹرسٹ نے وقتی طور پر اپنی تحویل میں رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورتحال اس لئے بھی پیدا ہوئی کہ آمدنی کے ذرائع تلاش کرنے کی طرف موثر توجہ نہیں دی گئی۔ مسجد شریف کی دیکھ بھال، پرداخت اور ضروریات کے لئے محدود
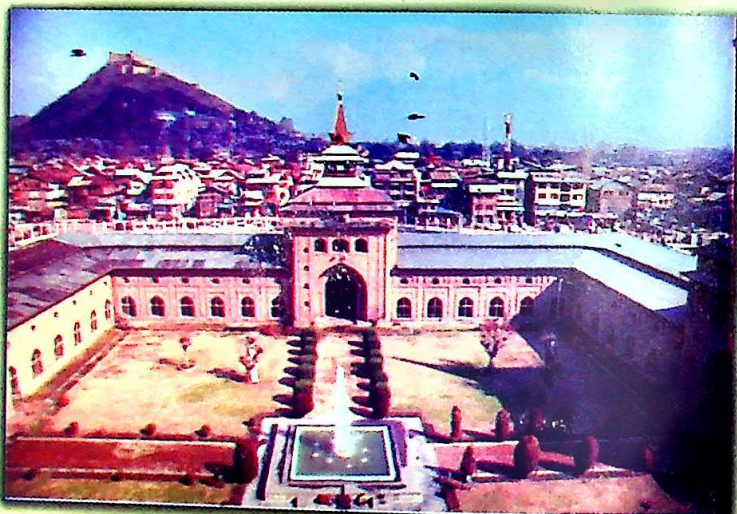
وسائل اور وہ بھی غیر مستقل انتہائی ناملتفی تھے۔ اس وجہ سے مسجد شریف کی مجموعی حالت میں جو ابتری پیدا ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔

یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو انجمن اوقاف جامع مسجد نے اس عظیم اور تاریخی عبادت گاہ کی ظاہری و باطنی حالت بہتر بنانے، خاص طور پر اس کی عظمت رفتہ بحال کرنے اور مستقل ذرائع آمدنی قائم کرنے کا جو کام ہاتھ میں لیا اس میں تائید ایزدی اور مستقل معاونین کے اشتراک و تعاون سے اسے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

جامع مسجد کی حفاظت اور ترقی کا مستقل انتظام کرنے مسجد کو از سر نو دین اسلام کی تعلیم، اشاعت اسلام، دعوت و تبلیغ اور قومی اصلاح و بیداری کا مرکز بنانے کیلئے انجمن اوقاف کے سامنے جو تعمیری، فکری اور ارتقائی منصوبہ بند پروگرام ہے اس پر رفتہ رفتہ عمل ہو رہا ہے اور
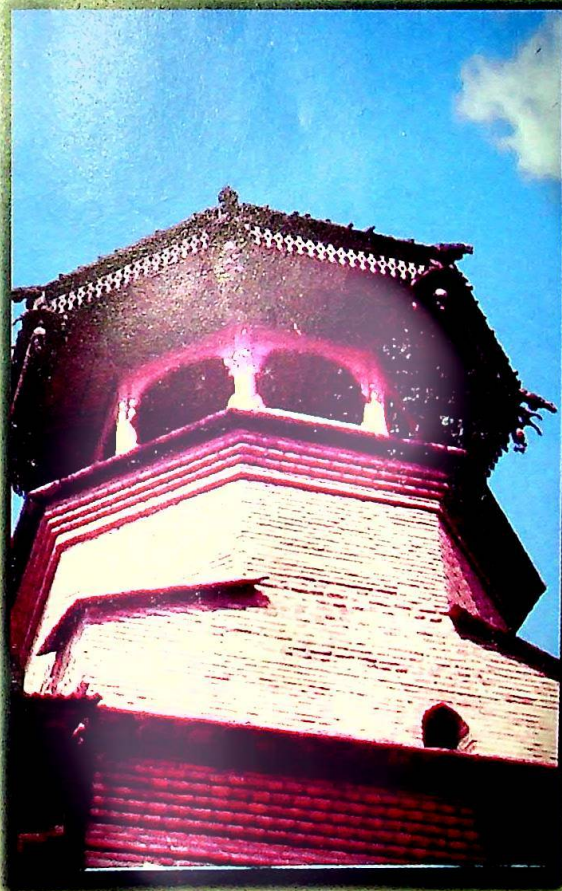
الحمد للہ بڑی حد تک اس میں پیشرفت بھی ہوئی جس کے تحت لاکھوں روپے خرچ کر کے مسجد شریف کے باہر چاروں طرف پارکیں بنوائی گئیں۔ متعدد تعمیرات اور دکانات تعمیر کروائے گئے۔ باہر کی سڑکوں کو پختہ بنوایا گیا۔ مسجد شریف کے اندر و باہر صفائی، روشنی۔ لاؤڈ سپیکر اور بجلی کا جدید و معقول انتظام کروایا گیا۔ اور مسجد شریف کے اندر کے صحن کی چمن بندی کرائی گئی۔ پوری مسجد کو مناسب فرش سے آراستہ کرنے پر زر کثیر صرف کیا گیا۔ اور اس کے علاوہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک مدرسہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔

یہ کام کی ابتدا ہے۔ انجمن کی اسلامی، تعمیری اور ارتقائی اسکیم جب پوری طرح عمل میں آئیگا تو مسجد جامع تبلیغ وارشاد اور علم وعرفان کا مرکز ہونے کے لحاظ سے ایک بار پھر اس رتبہ فائز ہو جائیگی جو اس کی تعمیر کے وقت حضرت میر محمد علی الہمد انیؒ کے پیش نظر تھی۔ انشا اللہ

مرکز اسلام

میرواعظین کشمیر رحمہم اللہ اجمعین نے اسی جامع مسجد کو شروع سے دعوت اسلام، اشاعت اسلام اور حفاظت اسلام کے لئے مرکزی حیثیت دی اور مشکلات ونا موافق حالات
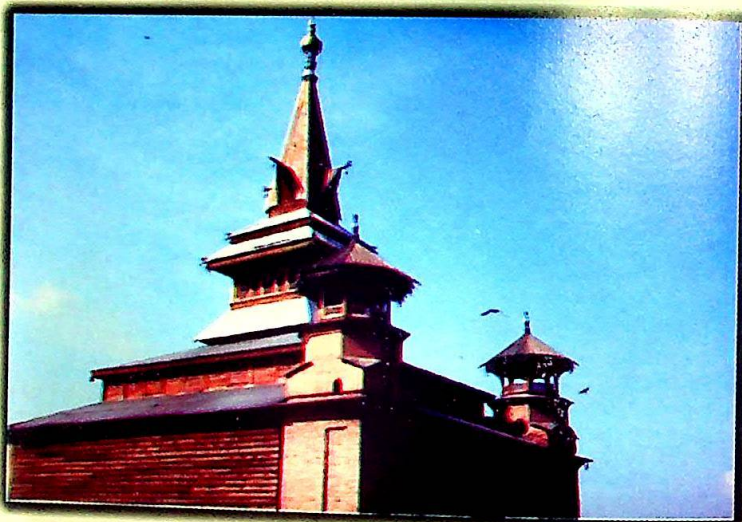
کی پرواہ کئے بغیر یہاں کے منبر ومحراب سے وعظ وتبلیغ اور دعوت وارشادات جاری رکھ کر مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کی عظیم تعلیمات اور دینی مسائل سے روشناس کرتے رہے اور یہ سلسلہ الحمد اللہ آج بھی جاری ہے۔

سرینگر کی جامع مسجد ایک عظیم عبادتگاہ ہونے کے علاوہ سیاحتی اہمیت کی بھی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کے سیاح بڑی تعداد میں یہاں آتے ہیں اور اس نادر فن تعمیر سے انتہائی متاثر ہو کر اس کی داد دئے بغیر نہیں رہتے۔

جامع مسجد کی تاریخ وسیاسی اہمیت

جامع مسجد سرینگر کو زبردست تاریخی اہمیت بھی حاصل ہے۔ گزشتہ چھ صدیوں سے اس کے ساتھ ہماری تاریخ وابستہ چلی آرہی ہے۔ اسلامی اور دینی تحریک کے علاوہ یہ تاریخی

مرکز لوگوں میں علمی، سیاسی، سماجی، اصلاحی، اخلاقی، تہذیبی، ثقافتی بیداری پیدا کرنے میں بھی مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔

جامع مسجد جہاں مسلمانان ریاست کا حصار اور مضبوط قلعہ ہے وہاں یہ کشمیر کی ملی اور
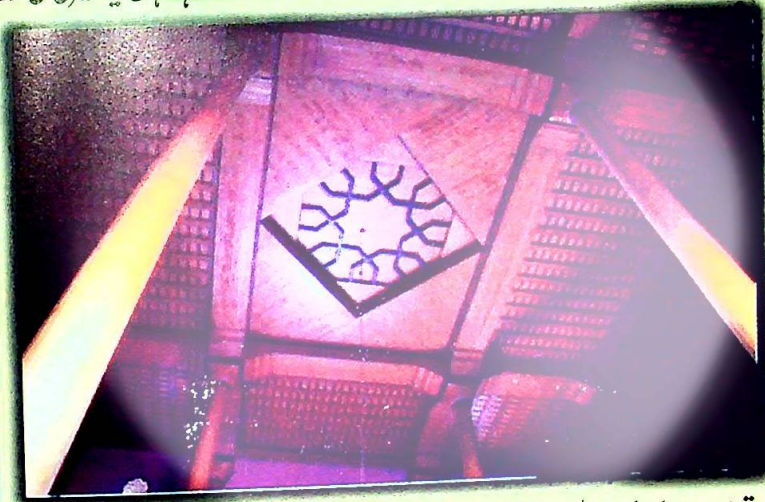
قومی تحریک کا مرکز بھی چلی آرہی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جب تحریک حریت کشمیر کا آغاز ہوا تو جامع مسجد نے رائے عامہ کو بیدار کرنے میں اہم رول ادا کیا اور کشمیر میں قیادت کے مستحکم اور بلند مینار استوار کئے۔ جامع مسجد کے باہر شمال و مشرق کے کونے میں تحریک بیداری کشمیر کے بعض شہیدوں کا مدفن ہے۔

اسی طرح آثار شریف درگاہ حضرتبل سے ۱۹۶۳ء میں موئے مقدس آنحضرت ﷺ اٹھائے جانے کے سلسلہ میں جو تحریک شروع ہوئی تھی وہ بھی جامع مسجد کے منبر و محراب سے پروان چڑھی اور ریاست میں تاریخ ساز ملی، وحدت اسلامی اور قومی یکجہتی کا باعث بنی۔ غرض جامع مسجد ایک ایسی فصیل ہے جو نہ صرف ہمارے عظیم مقاصد کی ترجمان بلکہ اتحاد کی پاسبان ہے اور اس کے ہمہ گیر اور جامع کردار کا احیاء ہمارے نصب العین کا ایک حصہ ہے۔

Computerised By:
MYB Computers, Darish Kadal, Srinagar Kashmir
Ph: 0194-2497438, 990654923

شہید ملت میر واعظ کشمیر مولانا محمد فاروق صاحبؒ جامع مسجد سرینگر میں ایک تاریخی خطاب کرتے ہوئے
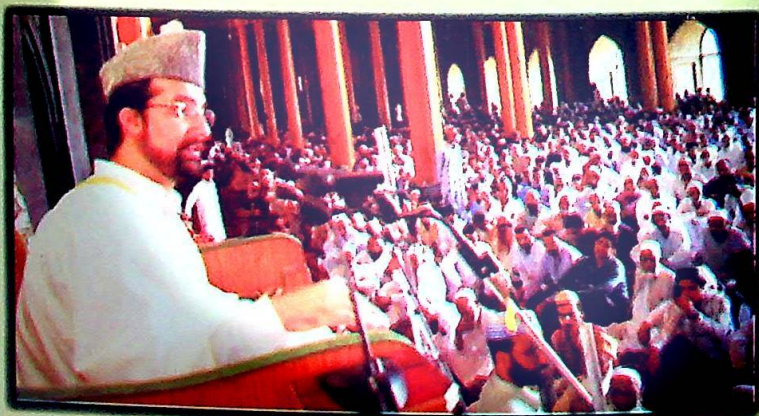
میر واعظ کشمیر جناب ڈاکٹر مولوی محمد عمر فاروق صاحب جامع مسجد سرینگر میں نماز جمعہ کے موقعہ پر اسلام اور سیرت رسول ﷺ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے

Taruf, Tameer Aur Tareekh

JAMA MASJID SRINAGAR

Published by

ANJUMAN AUQAF JAMA MASJID SRINAGAR- KASHMIR